دریں حالات وفاقی شرعی عدالت کے ذریعے فیصلوں کے نظام کو ناکافی سمجھتے ہوئے لوگوں کو یہ حق دیا جانا چاہیے کہ وہ شریعت پٹیشن جیسے معاملات کو بھی عام رٹ پٹیشن کی شکل میں ہائی کورٹ کے سامنے لے جا سکیں۔

فاضل جج نے مزید لکھا ہے کہ اٹارنی جنرل نے اس بحث میں سندھ ہائی کورٹ کے فل بنچ کے ایک فیصلہ کا حوالہ دیا ہے جو محمد یحییٰ میمن بنام گورنمنٹ آف سندھ مقدمہ میں دیا گیا ہے۔ میں نے رجسٹرار کے دفتر سے اس فیصلہ کی نقل منگوا کر اس کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فاضل اٹارنی جنرل معاملہ کو مؤثر طور پر سامنے نہیں لا سکے۔ بہر حال مطلب یہ تھا کہ آئین کی دفعات کو قرارداد مقاصد کی کسوٹی پر پرکھا نہیں جا سکتا۔ اس فیصلہ میں جس کا اصل فیصلہ فاضل جسٹس محمد ظہور الحق نے لکھا ہے اور اس سے جسٹس چودھری عبدالقدیر نے اتفاق کیا ہے۔ لیکن اس فیصلہ میں دفعہ ۲ اے کا کوئی ذکر نہیں ہے، البتہ فاضل چیف جسٹس اور مسٹر جسٹس علی مدد شاہ اور جسٹس حیدر علی پیرزادہ کے فیصلہ میں دفعہ ۲ اے کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن یہ ذکر دوسرے پس منظر میں آیا ہے۔ یعنی یہ کہ آئین کی ایک دفعہ (۲۷۰ اے) میں ترمیم کو ایک اور دفعہ ۲ اے کے ذریعے نہیں پرکھا جا سکتا۔ لیکن یہ مسئلہ میرے سامنے زیر بحث مسئلہ کے متعلق نہیں ہے۔

فاضل جج نے اس بحث اور تنقیحات کی روشنی میں درخواست زیر بحث پر یہ فیصلہ دیا کہ درخواست دہندہ مسز مبارکہ پراچہ کے بنگلہ کو جس کی مالیت سات لاکھ روپے دستاویزات بنک آف اومان کے سپرد کرتے کے وقت تھی، ستر لاکھ روپے کے قرضہ کی ضمانتوں میں سے خارج کر دیا۔ جیسا کہ وہ اپنے فیصلہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ اسلام رہن بلا قبضہ کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اس قرضہ سے متعلق ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ کی دفعہ ۵۸ الف کو بھی انہوں نے قرآن و سنت کے منافی قرار دے۔

مقدمہ ۲، ۳

سندھ ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے جو قبل ازیں بنک آف اومان بنام ایسٹ ٹریڈنگ کمپنی کے مقدمہ میں مسز مبارکہ پراچہ کی درخواست پر یہ تاریخی فیصلہ دے چکے ہیں کہ اعلیٰ عدالتیں آئین کی دفعہ ۲ اے اور قرارداد مقاصد کے تحت قرآن و سنت کے منافی کسی بھی قانون کو کالعدم اور منسوخ قرار دے سکتی ہیں۔

اب دو الگ الگ مقدمات کے فیصلوں میں قرآن کی رُو سے سُود کے حرام ہونے کی بنا پر قابلِ بیع دستاویزات یعنی پرومزری نوٹ بل آف ایکسچینج وغیرہ سے متعلق قانون نیگوشی ایبل انسٹرومنٹ ایکٹ ۱۸۸۱ء کی دفعات ۸۰، ۷۹ اور ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۳۴ ۔ آرڈر نمبر ۳۷ کی دفعہ ۲ کو قرآن وسنت کے منافی قرار دیتے ہوئے کالعدم کر دیا ہے۔ ان دفعات کی رو سے عدالتیں قرضوں پر سُود کی ادائیگی اور سُود کا تعین کرنے سے متعلق احکامات صادر کرتی ہیں۔

فاضل جج نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ یہ قوانین اور ان کی متعلقہ دفعات نہ صرف قرار داد مقاصد کی زد میں آتی ہیں، بلکہ یہ مسلمانوں کو قرآن وسنت کے عین مطابق زندگی بسر کرنے سے روکتی ہیں۔ اس لیے یہ عدالت ان قوانین کے تحت ایسا کوئی فیصلہ اور حکم جاری نہیں کر سکتی جو اُن کے نفاذ اور ان پر عمل درآمد سے تعلق رکھتا ہو۔ فاضل جج نے ان تنقیحات قانونی کی بنا پر مقدمہ ارشاد احمد خان بنام مسز پروین اعجاز میں ایک لاکھ نوے ہزار کی قابلِ وصول اصل رقم جمع پندرہ فیصد سُود کی ادائیگی کے دعوے کو صرف اصل زر کی حد تک منظور کیا ہے اور سُود کی رقم کو جس کا ذکر پرومزری نوٹ میں درج تھا، قرآن وسنت کے منافی ہوتے ہوئے مسترد کر دیا ہے۔ سُود کی حرمت کے متعلق قرآن کریم کی آیات، احادیثِ نبوی اور مفسرینِ قرآن کے حوالہ جات کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں فاضل جج نے اس بات پر زور دیا ہے کہ سُود کے متعلق ارشادات ربانی میں آخری اور واضح ارشاد یہ ہے کہ اگر تم سُود کو معاف نہیں کرتے جو ماضی کے معاہدوں سے تمہارے حق میں بن گیا ہے اور آئندہ کے لیے اس کو ترک نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور اس کے بعد پھر ایک مشورہ قرآن میں آیا کہ تمہارے حق میں بہتر یہ ہے کہ صرف اصل زر کی وصولی پر اکتفا کرو اور پھر یہ انتباہ ہے کہ ہر شخص کو بالآخر یوم حساب اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ اور تب اُسے وہی کچھ ملے گا جو اُس نے دُنیا میں کمایا ہے۔

فاضل جج نے اس امر پر بھی بحث کی ہے کہ بعض لوگ سُود مفرد کو ربٰو نہیں سمجھتے اور صرف سُود مرکب کو ربٰوا کی زد میں قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ قرآنِ کریم نے جب یہ کہا (سورہ مائدہ ۴۴-۵) "میری آیات کا معمولی معاوضہ پر سودا نہ کرو" تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ بھاری یا زیادہ معاوضہ پر سودا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں، یہ تو اندازِ بیان کی بات ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان کو ساری دُنیا بھی آیاتِ قرآنی فروخت کرنے کے

عوض پیش کی جائے تو وہ بھی کم ہوگی - اور اُسے یہ سودا نہیں کرنا چاہیے - اس لیے سُود کے معاملے میں الفاظ اضعافاً مضاعفۃ صرف اس وقت عالمِ عرب میں نافذ سُودی نظام کے ذریعے دولت میں اضافے کی بے پناہ شرح کی شدت کو واضح کرنے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں - فاضل جج نے لکھا ہے کہ ربٰوا کا لفظ سُود کے لیے قرآن میں ایک عمومی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے -

فاضل جج نے بعد ازاں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور مختلف عدالتوں کے فیصلوں میں اس موضوع پر کی گئی بحث اور قراردادِ مقاصد کو قابلِ نفاذ بنانے جانے کے اثرات سے متعلق خود اپنے سابقہ فیصلے مقدمہ بنک آف اومان بنام ایسٹ ٹریڈنگ کمپنی کے حوالے سے یہ قرار دیا ہے کہ نیگوشی ایبل انسٹرومنٹ ایکٹ ۱۸۸۱ء کی دفعات ۷۹، ۸۰ اور ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۳۴ اور حکم نمبر ۳۷ کی دفعہ ۲ جہاں تک ان کا تعلق قرضہ کے طور پر دی گئی کسی رقم پر سُود کی وصولی کے مطالبہ سے ہے - قرآن و سنت کے منافی اور قراردادِ مقاصد کی دفعہ ۳ اور آئین کی دفعہ ۲ اے کے تحت ناجائز اور کالعدم ہیں - کیونکہ مذکورہ قوانین اور دفعاتِ پاکستان کے مسلمانوں کو سُود کے معاملہ کی حد تک قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روکتے ہیں - لہٰذا مذکورہ بالا قوانین اور ان کی متذکرہ دفعات کو یہ عدالت اپنے فیصلہ اور حکم کے ذریعے نافذ نہیں کر سکتی - فاضل جج نے لکھا ہے کہ میں آئین کی دفعہ نمبر ۱۸۹ کو بخوبی سمجھتا ہوں اور یہ بات میرے ذہن میں ہے کہ فاضل سپریم کورٹ کے فیصلے پاکستان کی عدالتوں کے لیے لائقِ تعمیل ہیں - لیکن اس کے ساتھ ہی میں آئین کی دفعہ ۲ اے کے تقاضوں کا بھی پابند ہوں - اور چونکہ میں یہ قرار دے چکا ہوں کہ قراردادِ مقاصد اور دفعہ ۲ اے ایک بنیادی قانون بلکہ ما فوق الآئین دستاویز ہے - اس لیے یہ دفعہ ۱۸۹ پر بھی حاوی ہے - اور ان فیصلوں پر بھی جو فاضل سپریم کورٹ نے دفعہ ۲ اے کے آئین میں شامل کیے جانے سے پہلے دیئے تھے یا جن میں اس حقیقت پر غور نہیں کیا گیا - ان کے بارے میں بصد ادب و احترام میری یہ ناچیز رائے ہے کہ وہ فیصلے بھی دفعہ ۲ اے کے تقاضوں کے تابع ہیں -

دوسرا مقدمہ حبیب بنک بنام محمد حسین حبیب بنک کی طرف سے دیئے گئے دس لاکھ کے قرضے پر اصل زر کے علاوہ تقریباً نو لاکھ روپے سُود کی وصولی کا دعویٰ کیا گیا ہے جس کے فیصلے میں فاضل جج نے جزوی طور پر سُود کی ادائیگی کی ڈگری جاری کرنے سے انکار کرتے ہوئے سندھ ہائی کورٹ

کے فل بنچ کے ایک فیصلے کی بنا پر بنکنگ کمپنیز (ریکوری آف لونز) آرڈی ننس ۱۹۷۹ء کو کالعدم قرار دیتے کے معاملے میں دائرہ اختیار کی تحدید کی بنا پر اپنی بے بسی اور معذوری کا اظہار کیا ہے۔

فاضل جج نے لکھا ہے کہ آئین کی دفعہ ۲۷۰ اے جو اتفاق سے قرارداد مقاصد کو قابل نفاذ قرار دینے والی دفعہ ۲ اے کے ساتھ ایک ہی تاریخ میں آئین کا حصہ بنائی گئی ہے۔ اس دفعہ ۲۷۰ اے کے تحت بنکنگ کمپنیز آرڈی ننس کو قانونی تحفظ حاصل ہوگیا ہے جیسے سندھ ہائی کورٹ نے بھی مقدمہ محمد بچل میمن بنام حکومت سندھ (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء، ص ۲۹۶) کے فیصلے میں تسلیم کیا ہے، اس لیے کہ وہ عدالت عالیہ کے اس حکم کے پابند ہیں۔ تاہم انہوں نے یہ قرار دیا ہے کہ دفعہ ۲ اے کے نفاذ یعنی ۲ مارچ ۱۹۸۵ء سے مقدمہ زیر بحث کے اندراج کی تاریخ یعنی ۳ جولائی ۱۹۸۶ء تک ایک قانونی نکتہ کی بنا پر سود کی ادائیگی کا کوئی جواز نہیں اس لیے انہوں نے تقریباً ۵ لاکھ روپے کی حد تک سود کی ادائیگی کے مطالبہ کو قرآن وسنت کے منافی ہونے کی بنا پر اور قرارداد مقاصد کی زد میں آنے کی بنا پر مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ میں بادل ناخواستہ اس کے قبل کے عرصے کے سود کی ادائیگی کے بارے میں مدعی حبیب بنک کے حق میں حکم جاری کر رہا ہوں۔

فاضل جج نے جس طرح کے سود کو ناجائز قرار دینے کے معاملے میں بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے ادائیگی کا حکم جاری کیا ہے اس کے سود کی رقم تقریباً ۴ لاکھ روپے بنتی ہے اور چونکہ مدعا علیہ پہلے ہی مختلف مواقع پر اتنی رقم کی ادائیگی کر چکا ہے اس لیے دس لاکھ روپے اصل زر کی ادائیگی کے لیے ڈگری بمعہ اخراجات مقدمہ جاری کی جاتی ہے۔ اور اس رقم کی وصولی کے لیے مدعی کو حق ہوگا کہ ضمانت کے طور پر پیش کی گئی جائیداد کی فروخت سے رقم حاصل کرے۔

فاضل جج نے اس معاملہ میں دائرہ اختیار کی بنا پر اپنی جس بے بسی کا اظہار کیا ہے اس کی مثال کے طور پر اپنے تفصیلی فیصلے میں دلائل کے طور پر آزاد جموں وکشمیر ہائی کورٹ کے ایک فیصلہ کا بھی حوالہ دیا ہے، جو سردار عبدالرزاق بنام حکومت آزاد جموں وکشمیر (پی ایل ڈی ۸۶ ص ۱۸۵ اے جے کے) نامی مقدمہ میں مسٹر جسٹس محمد اکرم خاں نے دیا ہے۔ اور اس میں قرآن کریم کی آیات سورۃ بقرہ ۲۷۹-۲۷۸ کا حوالہ دیا ہے۔ فاضل جسٹس محمد اکرم خاں نے لکھا ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد اتنا واضح ہے کہ اس کے بعد کسی شکل میں بھی سود کے لین دین کی گنجائش باقی نہیں

رہتی - لہٰذا ہم سود کی رقم (محکمہ امداد باہمی) کو دلانے سے اجتناب کریں گے - اس بارے میں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلانِ جنگ کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتے - محکمہ امداد باہمی کو چاہیے کہ وہ قرض حسنہ سمجھ کر صرف اصل زر ہی وصول کرے - ہم محکمہ کو ۲۰۲ روپے کا سود بادل ناخواستہ دلاتے ہیں - کیونکہ ثالث نے فیصلہ دیا ہے ورنہ یہ رقم بھی منافع نہیں - (دستاویزات میں افیصلہ کا ذکر تھا)

فاضل جسٹس محمد اکرام اللہ خان نے لکھا ہے کہ اگرچہ آزاد کشمیر میں احترامِ رمضان ایکٹ، زکوٰۃ ایکٹ اور اسلامی تعزیرات ایکٹ وغیرہ نافذ ہو چکے ہیں - اور یہ سارے قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہیں - لیکن کنٹریکٹ ایکٹ بھی موجود ہے اور اسے ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں کیا گیا - اور ربوا کی ممانعت کے بارے میں ابھی تک کوئی قانون نافذ نہیں کیا گیا - اس لیے ہم مدعا علیہ کے وکیل کی اس دلیل سے اتفاق کرنے سے معذور ہیں کہ آزاد کشمیر میں سود کی وصولی کی ممانعت کا قانون موجود ہے - عدالتِ عظمیٰ آزاد کشمیر کا فیصلہ عدالت عالیہ کے لیے لائق تعمیل ہے - اور عدالتِ عظمیٰ پاکستان نے بھی یہی قرار دیا ہے کہ جب تک مجلسِ قانون ساز کی طرف سے کوئی قانون پاس ہو کر نہ آجائے، عدالتیں ازخود کسی قانون کو خلافِ شریعت قرار نہیں دے سکتیں -

فاضل جسٹس تنزیل الرحمٰن نے نیگوشی ایبل انسٹرومنٹ ایکٹ کی دفعہ ۸۰ - ۷۹ اور ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۳۴ اور حکم نمبر ۳۷ کی دفعہ ۲ کو قرآن و سنت کے منافی قرار دینے اور منسوخ کرنے کا فیصلہ ۱۱ر جون ۸۷ء کو سنایا تھا اور اسے قانونی حوالہ کے طور پر اشاعت کے لیے ۱۱ر جون کو جاری کیا گیا -

دوسرا فیصلہ مقدمہ حبیب بنک بنام محمد حسین مقدمہ نمبر ۴۶۰ - ۱۹۸۵ء میں فاضل جج نے اپنا فیصلہ ۳۰ر جون ۸۷ء کو سنایا ہے اور اسے بھی قانونی حوالہ کے طور پر اشاعت کے لیے منظور کیا ہے - جس کے ذریعے انہوں نے آئین کی دفعہ ۲۷۰ اے کے تحت سندھ ہائی کورٹ فل بنچ کے فیصلے کی روشنی میں بنکنگ کمپنیز (ریکوری آف لونز) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کو کالعدم اور قرآن و سنت کے منافی قرار دینے سے معذوری اور بے بسی کا اظہار کیا ہے -

فاضل جج نے قانونِ سود یعنی انٹرسٹ ایکٹ ۱۸۳۹ء کو بھی قرآن و سنت کے منافی ہونے کی بنا پر کالعدم قرار دیا ہے - اس معاملہ میں عدالت کے دائرہ اختیار سے بحث کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ آئین کی دفعہ ۲۰۳ بی کے مطابق کوئی عدالت بشمول سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ ان معاملات میں

اختیارات سماعت نہیں رکھتی، جو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار میں دیئے گئے ہیں۔ اور جیسا کہ خود شرعی عدالت نے متعدد فیصلوں میں خود قرار دیا ہے کہ مالیاتی قوانین اس عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں، لہٰذا عام دائرۂ اختیار کی تمام عدالتیں ان تمام معاملات میں جو شرعی عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں سماعت اور فیصلہ کا اختیار استعمال نہیں کرسکتی ہیں۔

اس بحث میں فاضل جج نے وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس گل محمد کے اس مقالے کا حوالہ جو انہوں نے پانچویں جیورسٹ کانفرنس منعقدہ کراچی مارچ ۸۶ء میں پڑھا تھا۔ اور پی ایل ڈی ۱۹۸۶ء ص ۲۴۹ میں شائع ہوا ہے، جس میں جسٹس گل محمد نے کہا "فیڈرل شریعت کورٹ صرف اپنے دائرہ اختیار کے معاملات میں قوانین کو اسلام کے منافی قرار دے سکتی ہے، لیکن درخواست دہندہ یا فریقین کو سہولت اور رعایت نہیں دے سکتی۔ جب کہ شریعت کورٹ کے برعکس ہائی کورٹوں کے لیے ماسوائے ملٹری قوانین کے اور کوئی استثنا نہیں ہے اور وہ فریقین مقدمہ کو ریلیف اور فوری ریلیف بھی فراہم کرسکتی ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں ہائی کورٹ نہ صرف قوانین کو اسلام کے منافی قرار دے سکتی ہیں، بلکہ درخواست دہندہ کو ریلیف بھی دے سکتی ہیں۔ لہٰذا شریعت کورٹ کے ذریعہ داد رسی ناکافی ہے۔ جب کہ فریقین ہر قسم کی رٹ اور شریعت پٹیشن بھی ہائی کورٹ میں لے جاسکتے ہیں۔ اس طرح مجوزہ نویں آئینی ترمیمی بل کی تمام اہمیت ختم ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اس سے تو جو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ شریعت کورٹ کو بھی ممنوعہ دائرہ میں اختیار سماعت دے دیا جائے۔ لیکن فریقین کو وہاں سے ریلیف تو پھر بھی نہ ملے گی اور انہیں بعدازاں ریلیف کے لیے ہائی کورٹ میں جانا ہوگا۔

فاضل جج مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے آئین کی دفعہ ۲۷۰ اے کے ذریعے مارشل لا کے دور میں نافذ ہونے والے قوانین کو ملے ہوئے تحفظ کی بنا پر یہ فیصلہ دیا ہے کہ بینکنگ کمپنیز (ریکوری آف لونز) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کو قرارداد مقاصد کی روشنی میں منسوخ اور کالعدم قرار دینا ان کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔

اس ضمن میں فاضل جج نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا ہماری پارلیمنٹ کو آئین کی دفعہ ۲ اے کے تحت عائد کردہ فرائض کی روشنی میں ایسے قوانین بنانے، ان کی توثیق کرنے، انہیں قبول کرنے اور جائز قرار

دینے کا اختیار ہے جو واضح طور پر اللہ کی حاکمیت اور قرآن وسنت کی بالادستی کے منافی ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے تو کیا پھر ہماری پارلیمنٹ خلاف وضع فطری فعل کی اجازت دینے یا حرام کاری کو جائز قرار دینے یا نکاح اور شادی کے بغیر تعلقاتِ زن وشو کو درست فعل قرار دینے کے لیے قانون بنا سکتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر آخر پارلیمنٹ کس طرح بنکنگ کمپنیز (ریکوری آف لونز) آرڈیننس ۱۹۷۹ء جیسے قانون یا اگر آرڈیننس نمبر ۵۹ آف ۱۹۸۰ء کو جواز کی سند اور توثیق عطا کر سکتی ہے، جو عدالت کو سود کی ادائیگی کا حکم جاری کرنے کا پابند بناتے ہیں، حالانکہ قرآن وسنت کی رُو سے سود قطعاً حرام ہے اور جو اس کے لین دین سے اجتناب نہیں کرتے وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے اعلانِ جنگ کے مرتکب قرار دیے گئے ہیں۔ (سورہ البقرہ۔ آیت ۲۷۹)۔

ضروری گذارش

ہمارا کام کچھ میدانِ جنگ والوں کی نوعیت کا ہے۔ پچھلے شمارے کا نقشہ یکایک تبدیل کر کے اسے شریعت بل نمبر بنا دیا۔ اب لکھے لکھائے پرچے کو تبدیل کر کے ۱۵ صفحے اہم عدالتی فیصلوں کے داخل کیے۔ نتیجہ یہ کہ اشارات متاثر، مقالات متاثر، مطبوعات متاثر۔ اشاعت میں تاخیر۔

کچھ ہم پریشان، کچھ آپ پریشان!

مگر میدانِ جنگ میں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔

(خ۔ ص۔ ا)